QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com
الأمیر

اجتہاد کا تاریخی پس منظر اور معاصر ممکنہ صورتیں؛ ایک تجزیاتی مطالعہ

Historical background of ijtihad and its Possibilities in modern era; An analytical study

Muhammad Aslam Rabbani

Doctoral Candidate, Islamic Institute & Shariah, Muslim Youth University Islamabad/Assistant Prof. Govt. Graduate College Daska. Email: rabbanimuhammadaslam@gmail.com

Ijtihad is an important term in Islamic Shari'ah which refers to the human being's ability to derive Islamic rulings from their specific sources and benefits. The Messenger of Allahﷺ also engaged in ijtihad on some occasions during his time, after which the companions of the Prophet ﷺ also continued to do ijtihad in their respective periods. His method was that first of all he would look at the Qur'an and then look for the same problems from the Hadith.

In the said article, while clarifying the background of Ijtihad, its importance, procedure and possible cases will be discussed in the present era. At the same time, it will be highlighted that what is the scope of ijtihad and what issues need ijtihad in the present era.

Key Words: Ijtihad, Qur'an, Sunnah, Companion, Jurists, Authenticity, Contemporary Forms.

تعارف:

شریعت اسلامیہ کی ایک اہم اصطلاح اجتہاد ہے۔ اجتہاد کا لفظ 'جہد' سے نکلا ہے، جسکے معنی ہیں سخت محنت و مشقت کرنا۔ کسی کام کی انجام دہی میں تکلیف و مشقت اٹھاتے ہوئے اپنی پوری کوشش صرف کرنا۔یعنی مخصوص شرائط کے ساتھ فقہی منابع میں سے عملی احکا

DOAJ OPEN GLOBAL TRUSTED
Academic Resource Index ResearchBib
Journament
CiteFactor Academic Scientific Journals
اشاریہ اردو جرائد
Electronic Object Identifier
I2OR
Cosmos

م اور وظائف کا استنباط کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔[1] انسان میں ایسی صلاحیت کا پایا جانا جس کے ذریعے وہ اسلامی احکام کو اسکے مخصوص منابع اور مآخذوں سے اخذ کر سکے اس صلاحیت اور قابلیت کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔ جس شخص میں یہ صلاحیت پائی جائے اسے مجتہد کہا جاتا ہے۔ قرآن میں لفظ اجتہاد و مجتہد کا ذکر نہیں ملتا لیکن بعض محققین اس بات کے معتقد ہیں کہ معنا کے اعتبار سے لفظ "تَفَقُّہ" اجتہاد کے قریب ہے۔[2]

لغوی معنی:

اجتہاد کے لغوی معنی ہیں: کسی کام کی انجام دہی میں تکلیف و مشقت اٹھاتے ہوئے اپنی پوری کوشش صرف کرنا۔ گویا اجتہاد اس کوشش کو کہتے ہیں جو کسی کام کی تکمیل میں مشقت برداشت کرتے ہوئے کی جائے، اگر بغیر دقت اور تکلیف کے کوشش ہو گی تو اسے اجتہاد نہیں کہیں گے۔ مثلاً عرب یوں تو کہتے ہیں: فلاں نے بھاری پتھر اٹھانے کی کوشش کی لیکن یہ نہیں کہتے کہ اجتہد فلان فی حمل خردلة فلاں نے رائی کا دانہ اٹھانے کی کوشش کی۔

ابن منظور لفظ جُہد کے معنی اس طرح سے بیان کرتے ہیں: الجَہد و الجُہد الطاقه ... قیل الجَہْد المشقه و الجُہْد الطاقه نیز کہا گیا ہے: جہد کا معنی مشقت اور جُہد کا معنی طاقت ہے کو بیان کرتا ہے۔ پھر اس آیت: والَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُہْدَ هُمْ[3] کا معنی فراء نحوی سے ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں: الجہد فی هذه الآیه الطاقه تقول هذا جهدی ای طاقتی۔

اس آیت میں جہد توان اور طاقت کے معنی میں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میری توان اور طاقت میں ہے۔ ابن عرفہ سے اس معنی کو مبالغہ اور نہایت کے معنی کے اضافے کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

> الجُہد بضم الجیم الوسع والطاقه والجَہْدُ المبالغه والغایه ومنه قوله عزّ وجل جَہْد أَیمانهم أَي بالغوا في الیمین واجتهدوا فیها"

اور پھر لکھتے ہیں کہ

> الاجتهاد والتجاہد بذل الوسع والمجهود اجتهاد

اور تجاہد طاقت اور توان کو بروئے کار لانا ہے"۔[4] ابن اثیر سے اس طرح مرقوم ہے کہ لفظ جَہد اور جُہد احادیث میں جیم کی زبر اور جیم کی پیش کے ساتھ ذکر ہوا ہے جَہد بمعنی مشقت اور سختی کے ہیں جبکہ جُہد اپنی پوری توانائی کے ساتھ کام کرنے کو کہتے ہیں اور اجتہاد طلب اور جستجو میں اپنی توانائی صرف کرنا ہے۔[5]

---

[1] Wahba bin Muṣṭafā Al-Zuhailī, Al-Fiqh al-Islāmī wa Adillathu (Damishq: Dār al-Fikr), 134/1.

[2] Muhammad bin Muhammad Al-Ghazālī, Al-Mustṣfā min Ilm al-Usūl (Beirūt: Dār al-Kutub), 281.

[3] Dr. Saʿd ʿAbdul Ghanī, Al-Istidlāl Inda al-ūṣulieen (Miṣr: Dār al-Salām, 2005 A.D), 308

[4] Al-Nisā', 59.

[5] Sulaimān bin Ashath Al-Sajistānī Abū Dāūd, Al-Sunan, Kitāb al-Aqziyah (Beirūt: Dār al-Fikr, 1994 A.D), Hadith No: 3592, 303/3.

اصطلاحی معنیٰ:

اجتہاد کہتے ہیں کسی چیز کی تلاش میں اپنی پوری طاقت خرچ کرنا اور اس سے مراد ہے کسی قضیہ (مسئلہ) کو قیاس کے طریقے سے کتاب و سنّت کی طرف لوٹانے کو اجتہاد کہتے ہیں۔ کسی فقیہ کا کسی حکم شرعی ظنی کو حاصل (استنباط) کرنے کے لیے اپنی (پوری) طاقت خرچ کرنا۔[6]

اجتہاد کے لغوی معنیٰ تو انتہائی کوشش کرنے' کے ہیں جبکہ شرعی اصطلاح میں اس انتہائی کوشش کو کہتے ہیں جو کتاب و سنت کے اشارات و مضمرات سے کوئی حکم معلوم کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ اس کوشش کے باب میں پہلی چیز جسکی طرف خود لفظ اجتہاد اشارہ کر رہا ہے کہ یہ کوشش سہل انگارانہ یا نیم دلانہ نہیں ہونی چاہئے بلکہ پورے دل و جان سے ہونی چاہئے۔ اور تحقیق و تلاش کے جتنے وسائل و ذرائع بھی اس کار عظیم کے لیے مطلوب ہیں وہ سب استعمال ہونے چاہئیں۔ جب تک آدمی یہ اطمینان نہ کرلے کہ اس راہ کا کوئی پتھر بھی اب ایسا نہیں رہ گیا ہے جو الٹانہ جا چکا ہو اس وقت تک زبان نہ کھولے۔ حضرت معاذ والی روایت کے یہ الفاظ قابل غور ہیں کہ:

"أَجْتَهِدُ رَأْيِي وَلَا آلُو" "میں اپنے رائے سے اجتہاد کروں گا اور حقیقت تک پہنچنے میں کوتاہی نہ کروں گا۔"[7]

حضرت معاذ نے اپنے اجتہاد کو رائے ہی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے لیکن یہ رائے کتب و سنت کے اشارات اور نظائر و قیاسات پر مبنی ہوتی ہے اور اس کا قائم کرنے والا کتاب و سنت کا ایک ماہر اور دین کا ایک رمز شناس ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا درجہ اس رائے سے بالکل مختلف ہوتا ہے جو کسی معاملہ میں ایک عام آدمی مجرد عقل و فہم کی مدد سے قائم کرتا ہے۔

اجتہاد کی اقسام:

اجتہاد کی عام طور پر درج ذیل اقسام بیان کی جاتی ہیں۔

اجتہاد مطلق: فقہ کے تمام ابواب میں استنباط کی قدرت اور صلاحیت کو اجتہاد مطلق کہا جاتا ہے۔ اجتہاد تجزی: فقہ کے بعض ابواب میں استنباط کی قدرت اور صلاحیت کو کہا جاتا ہے۔

اجتہاد بالقوہ و الملکہ: مجتہد میں حکم شرعی کے استنباط کی قدرت یا صلاحیت ہو لیکن اس نے عملی طور پر استنباط نہیں کیا یا بہت کم مسائل کے بارے میں کیا ہے۔

اجتہاد بالفعل: مجتہد میں حکم شرعی کے استنباط کی قدرت یا صلاحیت ہو اور وہ عملی طور استنباط کرتا ہو اور احکام شرعیہ کو ان کی ادلہ کے ساتھ جانتا ہو۔[8]

---

[6] Amīn Ehsan Iṣlāhī, Islāmī Qānūn ki Tadvīn (Lāhore: Markazī Anjuman Khuddām al-Qur'ān, 1963 A.D), 61.

[7] Amīn Ehsan Iṣlāhī, Islāmī Qānūn ki Tadvīn (Lāhore: Markazī Anjuman Khuddām al-Qur'ān, 1963 A.D), 67.

[8] Sulaimān bin Ashath Al-Sajistānī Abū Dāūd, Al-Sunan, Kitāb al-Aqziyah (Beirūt: Dār al-Fikr, 1994 A.D), Hadith No: 3592, 303/3.

مقدمات اجتہاد:

علم صرف، نحو، لغت، منطق، رجال، اصول فقہ وکتاب وسنّت ومحاورات عرفی وغیرہ ایسے علوم ہیں کہ اجتہاد کیلئے ان علوم سے واقفیت ضروری ہے۔[9]

شرائط مجتہد:

ایک مجتہد کا بالغ، عاقل، مذکر، ایمان، عدالت، دنیا کا حریص نہ ہونا، حلال زادہ ہونا وغیرہ ہونا ضروری ہے۔ بعض علماء نے مجتہد کے غلام نہ ہونے کی شرط ذکر کی لیکن ساتھ ہی ذکر کیا کہ اس شرط پر کوئی عقلی یا شرعی دلیل موجود نہیں ہے لیکن یہ کہا جائے گا کہ مرجعیت کا منصب اس کے ساتھ سازگاری نہیں رکھتا ہے۔[10]

اجتہاد کا حکم:

اجتہاد حکم تکلیفی (یعنی وجوب، حرمت، استحباب، کراہت، اباحہ) اور حکم وضعی (حکم تکلیفی کے علاوہ احکام حکم وضعی کہلاتے ہیں جیسے (ملکیت، زوجیت، رقیت، باطل ہونا، فاسد ہونا) کے لحاظ سے قابل توجہ ہے۔[11]

دین میں اجتہاد کا صحیح دائرہ کار:

اجتہاد کی حقیقی غرض صرف پروردگار عالم کے منشا کی تعین ہے۔ نئے مسائل اور نئے حالات میں اس سے مقصود اس راہ کی تلاش ہے، جو قرآن وسنت کے عین مطابق ہو۔ کوئی اجتہادی رائے اسلامی شریعت کے مزاج، اس کے پیش نظر اہداف ومقاصد اور اسکی مسلمہ ہیئت کو نظر انداز کرتے ہوئے قائم نہیں کی جاسکتی۔[12]

بعض دانش ور حضرات کی طرف سے، وقتاً فوقتاً، یہ بات سامنے آتی رہتی ہے کہ دین کے احکام وقوانین کا منشا اگر پورا کر دیا جائے تو اتباع قرآن وسنت کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ دینی احکام اور ان پر عمل درآمد کی وہ صورتیں بھی اختیار کی جائیں جو قرآن مجید اور سنت ثابتہ سے معین ہوتی ہیں۔

اجتہاد کا شرعی حکم:

جمہور مسلمین اجتہاد کی حجیت کے قائل ہیں، اجتہاد کی حجیت کتاب وسنت سے ثابت ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(یَاۤیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا)[13]

---

[9] Muhammad bin ʿAlī bin Muhammad Al-Shouqānī, Irshād al- Fahūl (Beirūt: Dār al-Kitāb al-ʿArbī),

[10] Ibrāhīm bin Mūsā al-Shāṭbī, Al-Muwāfiqāt (Beirūt: Dār al-Maʿrifah), 94/4.

[11] Najm ud-dīn al-Tūfī, Sharha Mukhtaṣar al-Raudah (Beirūt:

[12] Muhammad bin ʿAlī bin Muhammad Al-Shouqānī, Irshād al- Fahūl (Beirūt: Dār al-Kitāb al-ʿArbī),

[13] Muhammad Yusaf Fārūqī, Ijtihād aur is k Manāhij wa Asālīb (Islamabad: Shariah Academy IIUI, 2009 A.D), 60.

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہلِ حق) صاحبانِ اَمر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، (تو) یہی (تمہارے حق میں) بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے،

اس آیت میں ادلہ اربعہ (چاروں دلیلوں) کی طرف اشارہ ہے: اَطِیْعُوا اللّٰہَ سے مراد "قرآن" ہے، اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے مراد "سنّت" ہے اور اُولِي الْاَمْر سے مراد "علما و فقہا" ہیں، ان میں اگر اختلاف و تنازع نہ ہو بلکہ اتفاق ہو جاتے تو اسے "اجماع فقہاء" کہتے ہیں. (یعنی اجماع فقہاء کو بھی مانو). اور اگر ان اُولِي الْاَمْرِ (علما و فقہا) میں اختلاف ہو تو ہر ایک مجتہد عالم کا اپنی رائے سے اجتہاد کرتے اس نئے غیر واضح اختلافی مسئلے کا قرآن و سنّت کی طرف "لوٹانا" اور استنباط کرنا" اجتہاد شرعی" یا" قیاس مجتہد" کہتے ہیں۔[14]

رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اجتہاد:

رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اجتہاد کے متعلق نقطہ نظر واضح ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نسبت اجتہاد جائز نہیں چونکہ اجتہاد درحقیقت کسی بھی مسئلہ سے آگاہی نہ ہونے کی صورت میں کیا جاتا ہے اور مجتہد اجتہاد کے ذریعے اس مسئلے سے آگاہ ہوتا ہے اور یہ علم بھی یقینی نہیں ہوتا بلکہ ظنی ہوتا ہے جب کہ رسول اکرم معصوم ہیں اور عصمت علم کی ہی ایک قسم ہے۔ اس بنا پر نظریہ اجتہاد عصمت کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔ "نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حق میں اجتہاد صحیح نہیں ہے

خدا نے فرمایا ہے:

وَما يَنْطِقُ عَنِ الْهَوى إِنْ هُوَ إِلاَّ وَحْيٌ يُوحى [15]

وہ خواہش سے نہیں بولتا یہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو اس پر نازل ہوتی ہے۔

رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا تعلق وحی اور یقین کے ساتھ تھا جبکہ اجتہاد کے ذریعے صرف ظن حاصل ہوتا ہے۔

رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اکثر احکام شرعی کے بیان میں وحی کے منتظر رہتے تھے اگر آپ کے لیے اجتہاد جائز ہوتا تو اس پر عمل کرتے اور اجتہاد کے ذریعہ احکام بیان کرتے جبکہ اجتہاد کا ثواب بھی زیادہ تھا جیسا کہ مفسرین نے سورہ مجادلہ کی ابتدائی آیات کے شان نزول میں بیان کیا ہے کہ آپ چالیس دن تک وحی کے منتظر رہے اور کوئی حکم بیان نہیں کیا۔

رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے اجتہاد جائز ہوتا تو جبرائیل کے لیے بھی جائز ہوتا اور اس صورت میں خدا کی جانب سے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذریعہ لائی جانے والی شریعت کے متعلق یقین ختم ہو جاتا ہے۔

اجتہاد کے ذریعے انسان کبھی حق تک پہنچتا ہے اور کبھی غلطی کرتا ہے اس صورت میں رسول اکرم کی اتباع کا حکم دینا جائز نہیں کیونکہ اسکی وجہ سے اس کی وثاقت ختم ہو جاتی ہے۔

[14]Al-Nisā, 59/4.

[15]Al-Najm, 3-4/53.

پیغمبر کے زمانے میں صحابہ کا اجتہاد:

عہد خلفائے راشدین اور بالخصوص عہد صدیقی و فاروقی میں ان عالی مرتبت خلفاء کا طریقہ اجتہاد یہی تھا کہ پہلے کتاب اللہ میں تلاش کرتے، اگر نہ پاتے تو سنت کی طرف رجوع کرتے، اگر اس میں بھی نہ ملتا تو صحابہ سے پوچھتے کہ کیا مسئلہ ہذا سے متعلق کوئی نظیرِ سنت موجود ہے؟ اگر پھر بھی نہ ملتا تو اجتہاد کرتے۔

صحابہ کرام عموماً چار طریقوں سے اجتہاد کیا کرتے تھے:

ظاہری نصوص سے احکام اخذ کرتے، نص کی مکمل تفہیم کے بعد کوئی علت اخذ کرتے اور اس نص کے مطابق فیصلہ کرتے، مصالح مرسلہ، استحسان اور سد ذرائع وغیرہ کے ذریعے احکام کے فیصلے کرتے۔ نیز اشباہ و نظائر کو تلاش کرتے اور پھر نئے مسائل کو انہی پر قیاس کرتے ہوئے فیصلے دیتے۔

صحابہؓ کے پاس جب ایسے مسائل پیش ہوتے کہ جن کے بارے میں کتاب و سنت میں کوئی واضح حکم موجود نہ ہوتا تو صحابہؓ مجبور ہو کر قیاس کا سہارا لیتے جسے وہ رائے سے تعبیر کرتے۔ حضرت ابو بکر اسی طرح کرتے تھے۔ جب کتاب میں کسی حکم کو نہ پاتے اور لوگوں کے پاس سنت بھی موجود نہ ہوتی تو وہ لوگوں کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ کرتے۔ جب تمام ایک رائے پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق حکم لگاتے اسی طرح قاضی شریح کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب منصب قضا تفویض کیا تو ایک بار انہیں ایک خط میں نصیحت فرمائی:

("ان جاءک شئ فی کتاب اللہ فاقض به و لا تلفتک عنه الرجال فان فاءک ما لیس فی کتاب اللہ فانظر سنة رسول اللہ فاقض بها فان جاءک ما لیس فی کتاب اللہ و لم یکن فیه سنة من رسول اللہ فانظر ما اجتمع علیه الناس فخذ به فان جاءک ما لیس فی کتاب اللہ و لم یکن فی سنة رسول اللہ و لم یتکلم فیه احد قبلک فاختر ای الامرین شئت ان شئت ان تجتهد برایک ثم تقدم فتقدم و ان شئت ان تاخر فتاخر و لا اری التاخر الا خیر الک۔" 16)

"اگر تمہارے پاس کوئی ایسا واقعہ آئے جو قرآن میں ہو تو اسی پر فیصلہ کرو اور لوگوں کی وجہ سے اسے نہ چھوڑو۔ اگر تمہارے پاس ایسا مسئلہ آئے جو اللہ کی کتاب میں نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر تمہارے پاس ایسا مسئلہ آئے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور سنت رسول اللہ ﷺ میں تو دیکھو جس پر لوگوں نے اتفاق کیا ہو اسے لے لو۔ اور اگر تمہارے پاس ایسا مسئلہ آئے جو نہ کتاب اللہ میں ہو، نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں ہو اور نہ ہی اس کے متعلق کسی نے تم سے قبل کوئی بات کی ہو تو پھر دو کاموں میں سے جسے چاہو اختیار کر لو۔ اگر چاہو کہ اپنی رائے سے کوشش کر کے آگے بڑھو تو آگے بڑھ جاؤ اور اگر پیچھے رہنا چاہو تو پیچھے رہو، اور میرے خیال میں پیچھے رہنا ہی تمہارے لیے بہتر ہو گا۔"

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود کے بارے میں نقل کرتے ہیں: ان سے مفوضہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا ان کے متعلق اپنی رائے کو بیان کرتا ہوں اگر صحیح ہو تو یہ خدا کی جانب سے اور اگر درست نہ ہو تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے؛ خدا اور اس کا رسولؐ اس سے بری الذمہ ہیں۔

---

[16] Fiqah ki Tashkīl mein Ijtimāʿī Ijtihād ka Kirdār

اس واقعہ کو کتب حدیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ احزاب سے واپسی کے موقع پر رسول اکرم نے ارشاد فرمایا:

ان لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظه

کوئی ایک نماز عصر کو بنی قریظہ سے پہلے نہ پڑھے۔17

دوران سفر کچھ لوگوں نے نماز کا وقت گزر جانے کے خوف کی وجہ سے بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز عصر کو ادا کیا اور کچھ لوگوں نے بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے حکم رسول خدا کے مطابق نماز ادا نہیں کی اور آپ نے انہیں گناہگار بھی شمار نہیں کیا۔ پہلے گروہ نے لا یصلین.... سے یہ سمجھا کہ نبی اکرم ﷺ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم سفر کو سرعت سے طے کریں تا کہ نماز عصر کو وہاں جا کر ادا کیا جائے اور جب دیکھا کہ ہم وادی بنی قریظہ میں وقت نماز عصر میں نہیں پہنچ سکیں گے تو انہوں نے نماز کو اس کے وقت کے اندر ادا کیا اور رسول اکرم ﷺ نے ان دو گروہوں کے مختلف عمل کے باوجود ان کی سرزنش اور توبیخ نہیں کی۔

اسی طرح کتب تاریخ اور حدیث میں سعد بن معاذ کا بنی قریظہ کے متعلق فیصلہ منقول ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے انہیں بنی قریظہ کے معاملے میں حاکم مقرر کیا تو انہوں نے تمام مردوں کے قتل اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنانے کا حکم دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے اس فیصلے کے بارے میں صرف یہ کہا: تم نے خدا کے حکم سے یہ فیصلہ کیا ہے اور بعض احادیث میں ہے کہ آپؐ نے کہا: تم نے مَلک کے ذریعے فیصلہ کیا ہے۔18

صحابہ کرام جب رسول خدا ﷺ کی صحبت سے دور ہوتے اور رسول خداؐ تک ان کے لیے رسائی ممکن نہ ہوتی تو اس وقت بھی اصحاب اپنے اجتہاد پر عمل کرتے جیسے:

ایک دن حضرت عمار بن یاسر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے پیغمبر خدا! میں رات کو مجنب ہو گیا اور میرے پاس غسل کے لیے پانی نہ تھا آپ نے فرمایا تو پھر تم نے کیا کیا عمار نے جواب دیا میں نے لباس اتارا اور اپنے آپ کو مٹی میں غلطاں کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح تو گدھے کرتے ہیں اور اس کے بعد حضرت عمار کو تیمم کا طریقہ بتلایا۔19

اصول کافی میں یہ واقعہ کچھ مختلف الفاظ سے نقل ہوا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے معاذ ابنِ جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا معلم (تعلیم دینے والا) اور حاکم بنا کر بھیجا؛ تا کہ وہ لوگوں کو دین کے مسائل بتائیں اور فیصلہ کریں:

جب حضور اکرم نے معاذ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا فرمایا تم کس طرح فیصلہ کرو گے جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ پیش ہو جائے انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا اگر تم اللہ کی کتاب میں وہ مسئلہ نہ پاؤ تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر سنت رسول میں بھی نہ پاؤ تو اور کتاب اللہ میں بھی نہ پاؤ تو انہوں نے کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کمی کوتاہی نہیں کروں گا، رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینہ کو تھپ

---

[17]Muhammad Yusaf Fārūqī, Ijtihād aur is k Manāhij wa Asālīb (Islamabad: Shariah Academy IIUI, 2009 A.D), 60.

[18]Dr. Saʿd ʿAbdul Ghanī, Al-Istidlāl Inda al-ūṣulieen (Miṣr: Dār al-Salām, 2005 A.D), 308

[19]Wahba bin Muṣṭafā Al-Zuhailī, Al-Fiqh al-Islāmī wa Adillathu (Damishq: Dār al-Fikr), 134/1.

تھپایا اور فرمایا کہ اللہ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس نے اللہ کے رسول (معاذ) کو اس چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔[20]

مجتہدینِ صحابہ:

صحابہ کرام میں حضرت ابو بکر و حضرت عمر کے علاوہ متعدد اصحاب کرام ہیں جن کے اجتہادات امت کے لیے رحمت بنے۔ حضرت عثمان، علی، عبد الرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ام المومنین عائشہ، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم مجتہد وفقیہ صحابہ تھے۔ ان میں سے بعض کا شمار ابن قیم نے کثیر الفتاویٰ صحابہ میں کیا ہے۔

فقہی نکتے:

قرآن میں سب مسائل کا "واضح و مفصل" حل نہیں.

سنّت میں بھی "نئے پیش آمدہ" مسائل کا "واضح و مفصل" حل نہیں.

اجتہاد تب کیا جائیگا جب اس نئے مسلے واقعہ کا واضح جواب قرآن و سنّت میں نہ ہو

اجتہاد کا کرنے کا "اہل" ہر عامی (عام شخص) نہیں، بلکہ کوئی علمی - شخصیت کسی کے دینی علمی سمجھ میں گہرائی اور مہارت پرکھ لینے کے بعد تائیدی اجازت دے. چنانچہ اس سے مراد وہ حاکم ہے جو عالم ہو حکم دینے کے لائق ہو اور جاہل کا حکم دینا درست نہیں، اگر وہ حکم کرے گا تو گناہگار ہو گا۔

شرعی فیصلہ فتویٰ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن سے فیصلہ کیا جائیگا، نہ کے سنّت یا قیاس سے. قرآن کے بعد سنّت سے پھر قیاس سے۔

جب یمن کے عربی عوام کو بلاواسطہ معلم (تعلیم دینے والا) اور قاضی (فیصلہ کرنے والے) کے بذاتِ خود قرآن و حدیث پڑھ سمجھ کر عمل کرنے اور ہر ایک کا معلم (تعلیم دینے والا) اور قاضی (فیصلہ کرنے والا) بننے کی بجائے وہاں کے لیے ایک رہبر (امام) معلم و قاضی بنا کر بھیجنے کی احتیاج (ضرورت) تھی، تو کسی عالم (جو علوم انبیاء کے وارث ہوتے ہیں) کی امامت (راہبری) کی احتیاج تو مزید بڑھ جاتی ہے ان عجمی عوام کے لیے جو عربی قرآن کے صحیح ترجمہ و تفسیر اور سنّت قائمہ (غیر منسوخہ) معلوم کرنے کو عربی احادیث میں ثابت مختلف احکام و سنّتوں میں ناسخ و منسوخ آیات اور افضل و غیر افضل احکام جاننے کے زیادہ محتاج ہیں اور بعد کے جھوٹے لوگوں کی ملاوٹوں سے صحیح و ثابت اور ضعیف و بناوٹی روایات کے پرکھنے کے اصول التفسیر القرآن اور اصول الحدیث، جن کا ذکر قرآن و حدیث میں صراحتاً مذکور نہیں بلکہ ائمہ مسلمین کی دینی فقہ کے اجتہادی اصول الفقہ ہیں، یہ اسی اجتہاد کے اصول شریعت سے ماخوذ ہیں.[21]

عمل اجتہاد کا تاریخی ارتقا:

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ کے پورے دور میں اسی اصول کے مطابق نئے پیش آمدہ مسائل کے فیصلے ہوتے رہے اور اس کے لیے باقاعدہ اصول وضوابط طے کرنے کا کام بھی انہی کے دور میں شروع ہو گیا جیسا کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور بعض دیگر اکابر صحابہ کرامؓ کے متعدد ارشادات سے اس کی نشان دہی ہوتی ہے۔ صحابہ کرامؓ چونکہ

[20]Muhammd ‘Asim al-Haddād, Usūl e Fiqh per aik Nazar (Lahore: Islamic Publishing House, 1991),

[21]Sulaimān bin Ashath Al-Sajistānī Abū Dāūd, Al-Sunan, Kitāb al-Farāid (Beirūt: Dār al-Fikr, 1994 A.D), Hadith No: 2927.

براہ راست چشمہ نبوت سے فیض یاب تھے اور جناب نبی اکرمؐ کے مزاج اور سنت کو اچھی طرح سمجھتے تھے اس لیے اجتہاد کے حوالہ سے کسی واضح درجہ بندی، اصول وضوابط اور دائرہ کار کے تعین کی زیادہ ضرورت محسوس نہیں کی گئی البتہ بعد کے ادوار میں "اجتہاد" کے اس عمل کو ہر کس وناکس کی جولان گاہ بننے سے بچانے کے لیے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کے اصول و قوانین طے کیے جائیں، دائرہ کار کی وضاحت کی جائے، درجہ بندی اور ترجیحات کا تعین کیا جائے اور اہلیت وصلاحیت کا معیار بھی طے کر لیا جائے تاکہ قرآن وسنت کی تعبیر و تشریح اور نئے پیش آمدہ مسائل کے شرعی حل کا یہ مقدس عمل بازیچہ اطفال بننے کے بجائے صحیح رخ پر منظم ہو اور امت کی فکری و عملی راہ نمائی کا موثر ذریعہ ثابت ہو، چنانچہ بیسیوں مجتہدین اور ائمہ کرامؒ نے اس کے لیے انفرادی واجتماعی محنت کی اور کم وبیش تین سو برس تک عالم اسلام کے مختلف حصوں اور امت کے مختلف گروہوں میں جاری رہنے والے متنوع علمی مباحث کے نتیجے میں وہ منظم فقہی مکاتب فکر وجود میں آئے جنہیں آج حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور دوسرے عنوانات کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور جو بعد کی صدیوں میں کم وبیش ساری امت کو اپنے دائروں میں سمیٹتے چلے آرہے ہیں۔[22]

البتہ یہ فرق ضرور سامنے آیا کہ ابتدائی صدیوں میں اجتہاد کا عمل ان فقہی مکاتب فکر کی طرز کے متعین اصول وضوابط کے دائروں کا پابند نہیں تھا اور آزادانہ اجتہاد کے ذریعہ مجتہدین اپنے اپنے علاقوں میں امت کی راہ نمائی کا فریضہ سرانجام دیتے تھے مگر ان فقہی مکاتب فکر کے منظم ہونے کے بعد اجتہاد کے اصول وضوابط طے کرنے کا کام جاری نہ رہا اور انہی کے واضح کردہ اصول و قوانین کی پابندی کرتے ہوئے عملی دائروں میں اجتہاد کا سلسلہ بدستور چلتا رہا۔ یہ ایک فطری عمل ہے کہ کسی بھی علم کے بنیادی اصول وضوابط کے تعین کا ایک خاص وقت ہوتا ہے، یہ وہی وقت ہوتا ہے جب وہ تشکیل وتدوین کے مراحل سے گزر رہا ہو۔ اور جب وہ تشکیل و تدوین کے ایک خاص مرحلہ تک پہنچتا ہے تو بنیادی اصول وضوابط کے وضع کرنے کا عمل ضرورت پوری ہو جانے کی وجہ سے خود بخود رک جاتا ہے اور اس کے بعد اس علم نے ہمیشہ انہی بنیادی اصولوں کے دائرے میں آگے بڑھنا ہوتا ہے جو اس کے لیے ابتدا میں طے کر دیے جاتے ہیں۔ ان اصول کے دائرہ میں اس علم کا ارتقا جاری رہتا ہے لیکن اس کے بنیادی اصولوں کو نہ کبھی چیلنج کیا جاتا ہے اور نہ ہی انہیں جامد قرار دے کر تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔

مثال کے طور پر علم صرف کو سامنے رکھا جا سکتا ہے کہ اس کے اصول اور بنیادی قوانین انسانوں نے ہی وضع کیے ہیں اور ماضی، مضارع، فاعل، امر، نہی اور ظرف وغیرہ کے صیغوں کی تشکیل اور دیگر ضوابط ایک دور میں صرف کے اماموں نے طے کیے ہیں، ان میں جزوی ترمیمات وتوضیحات ہر دور میں ہوتی رہی ہیں لیکن بنیادی قواعد کا ڈھانچہ وہی چلا آرہا ہے جو اس کے ابتدائی ائمہ نے طے کر دیا تھا۔ اسے نہ تو کسی بھی دور میں چیلنج کرنے کا کوئی جواز ہے اور نہ ہی یہ سوال اٹھانا عقل مندی کی بات ہوگی کہ ڈیڑھ ہزار سال قبل کے لوگوں کو قواعد وضوابط بنانے کا حق تھا تو آج کے ترقی یافتہ دور میں یہ حق ہمیں کیوں حاصل نہیں ہے؟ ہم ان قواعد وضوابط میں اضافہ کر سکتے ہیں، ان کی ضرورت کے مطابق نئی تشریحات کر سکتے ہیں لیکن اس کے بنیادی ڈھانچہ کی نفی نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس کی نسبت تبدیل کر سکتے ہیں کہ یہ اعزاز تقدیر و تاریخ میں جن کے لیے طے تھا، ان کو مل چکا ہے اور اب قیامت تک ان سے یہ کریڈٹ چھینا نہیں جا سکتا۔

[22] Iqbāl ka Nazriya Ijtihād aur Aṣrī Taqādy, Seh Māhī Ijtihād, September 2008 A.D, 74

پیش آمدہ مسائل کے حل میں فقہاء و مجتہدین کی کاوشیں:

آج فقہ کی شکل میں اسلامی قانون کا جو ایک وسیع اور گراں قدر ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے، وہ دراصل فقہاء کی اجتہادی کاوشوں کا مرہون منت ہے۔ زمانے کے تغیر کے ساتھ اسلامی معاشرے اور اسلامی حکومتوں کو جن نئے مسائل و معاملات کا سامنا کرنا پڑا ہمارے فقہاء و مجتہدین نے اسلامی شریعت کی روشنی میں ان کا حل تلاش کیا اور اس طرح اسلامی قانون میں وسعت پیدا ہوتی رہی۔

دراصل قرآن و سنت کی محدود نص سے لامحدود مسائل کے حل کے لیے ایک شاندار اور پائیدار علم اصول فقہ کی صورت میں وجود میں آیا۔ اس میں قرآن و سنت، اجماع و قیاس جیسے بنیادی مآخذ اور عرف، استحسان و مصالح مرسلہ وغیرہ جیسے ثانوی مآخذ پر مفصل تحقیق کی گئی۔ پھر ان مآخذ کی بنیاد پر فروعات یعنی جزوی مسائل کا ایک عظیم ذخیرہ فقہ کی صورت میں وجود میں آیا۔ علم اصول فقہ میں اجتہاد کے ضوابط متعین کئے گئے۔ اجتہاد کی تعریف سے لے کر اس کی شرائط تک کی تفصیلات طے کی گئیں تاکہ غالی، مبطل اور جاہل لوگ اجتہاد کی آڑ میں احکام شریعت کو تختہ مشق نہ بنالیں اور اپنے تئیں مجتہد ہونے کے دعویدار نہ بن بیٹھیں۔[23]

ہر دور میں آنے والے علماء نے اپنے پیش رو علماء جو علم و تقویٰ میں برتر تھے، کے علوم سے استفادہ کرتے ہوئے، انہی کی بیان کردہ فروعات میں گہرے غور و فکر کے ذریعے اپنے دور کے پیش آمدہ مسائل کے امثال و اشباہ تلاش کئے۔ پھر جہاں ائمہ اسلاف کے ہاں کوئی مثیل و شبیہ نہ ملی وہاں استحسان، عرف و عادت اور مصالح مرسلہ وغیرہ سے مدد لیتے ہوئے جدید مسائل کا حل پیش کیا۔

مشہور فقیہ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

> (فكثير من الاحكام يختلف باختلاف الزمان لتغير عرف أهله أو حدوث ضرورة أو فساد أهله بحيث لو بقى الحكم على ما كان عليه أولا للزم منه المشقة والضرر بالناس ولخالف القواعد الشرعية المبنية على التخفيف والتيسير و دفع الضرر والفساد لبقاء العالم على اتم نظام واحسن احكام)
>
> ’’بہت سے احکام ہیں جو زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ بدل جاتے ہیں، اس لیے کہ اہل زمانہ کا عرف بدل جاتا ہے، نئی ضرورتیں پیدا ہو جاتی ہیں، اہل زمانہ میں فساد (اخلاق) پیدا ہو جاتا ہے۔ اب اگر حکم شرعی پہلے ہی کی طرح باقی رکھا جائے تو یہ مشقت اور لوگوں کے لیے ضرر کا باعث ہو جائے گا اور ان شرعی اصول و قواعد کے خلاف ہو جائے گا جو سہولت و آسانی اور نظام کائنات کو بہتر اور عمدہ طریقہ پر رکھنے کے لیے ضرر و فساد کے ازالہ پر مبنی ہیں۔‘‘[24]

ضرورت اس بات کی ہے کہ ان مسائل پر جذباتی ہوئے بغیر، سنجیدگی کے ساتھ مثبت انداز میں غور کیا جائے، افراط و تفریط سے بچتے ہوئے اعتدال کی راہ اختیار کی جائے۔ اور ایسے مسائل پر غور کرتے ہوئے ان لوگوں میں جو محض اپنی تجدد پسندی میں پورے دین کا بخیہ ادھیڑنے میں مصروف ہیں اور ان لوگوں میں جو دین کے معاملہ میں مخلص ہیں اور دین کے حدود اربعہ میں رہتے ہوئے کوئی بات کہتے ہیں، فرق ملحوظ رکھا جائے۔

---

[23] Iqbāl ka Nazriya Ijtihād aur Aṣrī Taqādy, Seh Māhī Ijtihād, 2008 A.D, 74

[24] Shariat, Maqāṣid e Shariat aur Ijtihād, Mahnāma Al-Shariah, December 2007, 13-14.

عصر حاضر میں اجتہاد کی صورتیں:

معاشرتی زندگی سے متعلق جدید مسائل کا معاملہ نہایت اہم ہے۔آج انسانیت کو جن مسائل کا سامنا ہے وہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ علماء کی انفرادی اجتہادی کاوشوں کے بجائے اجتماعی سطح پر اجتہاد کے کام کو فروغ دیں۔بہت سے حالات و واقعات اس طرح باہم مربوط اور ایک دوسرے پر موقوف ہوتے ہیں کہ جب تک ان کے ربط و تسلسل کو نہ سمجھا جائے متعلقہ مسائل میں مجتہدانہ اور مبصرانہ نظر نہیں پیدا ہو سکتی۔اسی طرح بعض مسائل اس قدر انفرادی نوعیت کے ہوتے ہیں کہ ان کا اجتماع سے تعلق جوڑنے اور اجتماعی نقطہ نگاہ سے ان کا حل ڈھونڈنے میں بڑی دقت نظری اور انتہائی کاوش کی ضرورت ہوتی ہے۔جن معاشرتی اور اجتماعی مسائل پر قوموں کی بقاء کا انحصار ہوتا ہے انہیں حل کئے بغیر قومی و ملی زندگی کی بقا ناممکن ہوتی ہے۔[25]

معاشرتی زندگی کے مسائل حل کرنے کے لیے اسلامی النقطہ نگاہ مغربی مفکرین کے نقطہ نگاہ سے بالکل مختلف ہے۔دور جدید میں مغرب کا انداز فکر یہ ہے کہ عوام کی اکثریت کی رائے کو قانونی حیثیت مل جاتی ہے خواہ وہ معاملہ دینی و مذہبی اور اخلاقی اعتبار سے کتنا ہی ناجائز کیوں نہ ہو۔اسلامی نقطہ نگاہ سے قانون کا سرچشمہ ہدایت الٰہی ہے۔ائمہ اسلام ہر مسئلہ حل اور اس کی بنیاد قرآن و سنت سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔امام شاطبی نے لکھا ہے:

> فلا بد من حدوث وقائع لا تكون منصوصًا على حكمها، ولا يوجد للأولين فيها اجتهاد، وعند ذلك؛ فإما أن يترك الناس فيها مع أهوائهم، أو ينظر فيها بغير اجتهاد شرعي، وهو أيضًا اتباع للهوى، وذلك كله فساد26
>
> ”یہ ضروری بات ہے کہ ایسی نئی نئی صورتیں پیش آئیں جن کا صریح حکم نہ موجود ہو اور نہ پہلے لوگوں نے ان میں اجتہاد کیا ہو ایسی حالت میں اگر لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ من مانی کاروائی کریں یا اجتہاد شرعی کے بجائے محض اٹکل کے تیر چلائیں تو یہ فساد اور ہلاکت و بربادی ہے۔“

ہدایت الٰہی کی تکمیل کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس میں ہر دور و زمانہ کے لیے جزئیات و فروع کی تفصیل اور موقع و محل کی تعیین کی گئی ہے بلکہ یہ کہ مجموعی حیثیت سے۔

۱۔عقائد کے قواعد ۲۔شرائع کے اصول ۳۔اقتضاء و مصالح کے مطابق استنباط کے قوانین میں اس کی تکمیل کی گئی ہے-جیسا کہ فقہاء نے آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾27 ”آج میں نے تمہارا دین کامل و مکمل کر دیا“ کا محل ان ہی تینوں کو قرار دیا ہے۔

> هوالتنصيص على قواعد العقائد والتوقيف على اصول الشرع وقوانين الاجتهاد لادراج حكم كل حادثة في القرآن28

---

[25] Kutbah Ijtihād per aik Nazar, Seh Māhī Ijtihād, June 2007, 30-31,

[26] Shams ud Dīn Ibn e Qayyim, ʿEalām al-Muʿaqeīn, 324/2.

[27] Al-Mā'idah, 3/5.

[28] Shams ud Dīn Ibn e Qayyim, ʿEalām al-Muʿaqeīn, 324/2.

"دین کی تکمیل کا مطلب یہ ہے کہ اس میں قواعد کی تصریح ہے، شرائع کے اصول بیان ہوئے ہیں اور اجتہاد کے قوانین کی نشاندہی کی گئی ہے یہ نہیں ہے کہ ہر جزئی واقعہ وحادثہ کا حکم قرآن حکیم میں موجود ہے۔"

عصر حاضر میں بہت سے معاشرتی، معاشی اور سیاسی مسائل کے حل کے لیے اگرچہ مروجہ فقہی رہنمائی ناکافی معلوم ہوتی ہے لیکن ہدایت الٰہی کی روشنی میں ضرورت کے مطابق اجتماعی اجتہاد کے ذریعہ انہیں حل کرنے کی گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔اس مقصد کے لیے ایسے علمی و تحقیقی مراکز اور فقہی اکیڈمیاں قائم کرنے کی ضرورت ہے جو اجتماعی اجتہاد کے اس کام کو آگے بڑھا سکیں۔

عصر حاضر میں اجتہا داور اجماع کا امکان

درج بالا بحث سے یہ واضح ہو تا ہے کہ قرون ماضیہ میں اجماع کا امکان تھا اور خصوصاصحابہ کرام کے دور میں کئے امور پر اجماع ہو بھی گیا۔ عصر حاضر میں بھی انعقاد اجماع کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جاسکتا تاہم اس راہ میں مشکلات ضرور پائے جاتے ہیں۔اس حوالے سے اگر اجماع کے بجائے اجتماعی اجتہاد کے تصور کو فروغ دیا جائے تو فقہی لحاظ سے اور معاشرتی لحاظ سے بھی بہت سے فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

مثلاایک مرتبہ کسی شرعی امر پر انعقاد اجماع کے بعد اسی طرح کے مسائل اور جدید حالات میں تبدیلی کے تناظر میں نئے اجماع کا قیام ایک دقت طلب امر ہو گا لیکن اگر اس کے بجائے اس مخصوص مسئلہ میں اجتماعی اجتہاد کیا جائے اور مسئلہ کا حل ڈھونڈا جائے پھر مستقبل میں نئے حالات کے تناظر میں ایک نیا اجتماعی اجتہاد کرنا آسان بھی ہو گا اور قابل نفاذ بھی۔ تاہم ہر مرحلہ میں صرف انہی لوگوں کو اجتماعی اجتہاد میں شامل ہونے کی اجازت ہوگی جن میں اجتہاد کرنے کی صلاحیت ہوگی۔اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کو قرآن پاک ،سنۃ رسول ﷺ ، فقہ،اصول الفقہ ،عربی زبان،مقاصد شریعت،عصر حاضر کے تقاضوں سے باخبری اور اجتہاد کرنے کی فطری صلاحیت موجود ہو اور اگر کوئی شخص ان اوصاف کا حامل نہ ہو کر اجتہاد کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کی مثال اس عطائی کی ہوگی جس کو طب کے علم پر عبور حاصل نہیں ہوتا اور مریض کا علاج کرتا ہے،تو اس صورت میں اگر اس کی نیت صحیح بھی ہو گی تو اس کا علاج مریض کے لئے مزید نقصان دہ ہو سکتا ہے۔اسی طرح اگر ایک غیر مجتہد اس میدان میں اترتا ہے تو فائدہ کے بجائے اس کا نقصان زیادہ ہو گا۔اجتماعی اجتہاد کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ انفرادی طور پر جو اجتہاد کیا جاتا ہے تو اس میں خطاء کا امکان کم سے کم ہو جائے گا اور عین ممکن ہے کہ یہی اجتماعی اجتہاد ایک دن اجماع کی صورت اختیار کرے۔

اجماع طلب اہم مسائل

اگرچہ مسلمانوں کو اس وقت بہت سے چیلنجز کا سامنا ہے تاہم ان میں قابل ذکر اور اجتہاد طلب امور مندرجہ ذیل ہیں:

(1)شئیرز کی شرعی حیثیت (2)کاغذی زر(3)کمرشل انٹرسٹ(4)انشورنس(5)کریڈٹ کارڈ(6):اعضاء کی پیوندکاری(7)پوسٹ مارٹم(8)بلڈ بینک (9)ٹیسٹ ٹیوب بے بی(10)کلوننگ(11)مرابحہ(12)جدید مسائل زکوۃ (13) بیع حقوق(14)ضرورت و حاجت کا تعین(15)طبی اخلاقیات(16)انسانی حقوق(17): حقوق نسوان(18) آبادی کے مسائل(19)ماحولیاتی مسائل(20) جمہوریت اور عصر حاضر(21)ووٹ کی شرعی حیثیت(22)خواتین کی نصف دیت کا مسئلہ(23)خواتین کا محرم کے بغیر سفر کرنا(24) غیر مسلم کی شہادت(گواہی) (25) قرائنی شہادت (26) غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیتوں کے مسائل(27) نظام حکومت(28)

ضبط ولادت (29) فلموں اور ٹی وی کی حیثیت (30) غیر سودی بینکاری (31) لیزنگ اور اجارہ (32) عورتوں کے حجاب کے حدود (33) خواتین کی شہادت کا مسئلہ (34) ڈی این اے کی شرعی حیثیت (35) ہنگامی حالات میں حکومت کا دائرہ کار (36) نکاح میں ولی کے اختیارات (37) مسلم اور غیر مسلم کے تعلقات (38) عہد حاضر میں دار کا تصور؛ دار اسلام، دار کفر، دارالعہد، دار الحرب (39) انٹرنیٹ کے ذریعے نکاح اور خرید وفروخت کے احکامات (40) ذبیحے سے متعلق احکامات۔

یہ اور اس قسم کے دیگر مسائل کے لیے مسلم سکالرز کو اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن وسنۃ کے تفصیلی احکامات محدود ہیں،جب کہ زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے مسائل بھی بڑھ جاتے ہیں اوران کی نوعیت بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے، جن کا حل بغیر اجتہاد کے نہیں ہو سکتا۔اور یہ وہ راستہ ہے جو اسلام کو تمام لوگوں اور تمام زمانوں کے لئے قابل عمل اور قابل قبول بنا دیتا ہے۔ تاہم اجتہاد کی تین ممکنہ صورتیں ہوسکتی ہیں۔ایک یہ کہ ہر مجتہد انفرادی طور پر حل مسائل کے لئے اجتہاد کریں اوردوسرا یہ کہ مجتہدین مل کر اجتماعی اجتہاد کریں اور تیسرا یہ کہ تمام مجتہدین اجتماعی اجتہاد کرکے اس کو اجماع کی صورت دیں۔ اس مقصد کے لئے مذکورہ بالا ادارے مؤثر کردارادا کرسکتے ہیں۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ مذکورہ بالا کے علاوہ بھی کئی ادارے مثلا دائرة الافتاءالعام الاردنية،دار الافتأ المصرية،قطاع الافتاءو البحوث الشرعية ،كويت،يورپی مجلس برائے افتاءوتحقيق مجمع فقہاءالشريعة ،امریکہ اس حوالےسے مفید خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کو درپیش مسائل کے حل کے لئے اجماع ہی ایک بہتر صورت ہوسکتی ہے تاہم اس کے راستہ میں حائل رکاوٹوں کو نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا تو اس صورت میں اس کا نعم البدل اجتماعی اجتہاد ہی ہوسکتا ہے۔

خلاصہ کلام:

عصر حاضر میں الیکٹرانک ٹیکنالوجی کی بدولت علم کے بہت سے ایسے جدید ذرائع وجود میں آئے ہیں جس سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ استفادہ ممکن ہے۔لوگ اپنی سہولت کی خاطر ثانوی نوعیت کے مراجع پر قناعت کرتے ہیں۔ائمہ اسلاف جیسا زہد وورع اور تقویٰ کا تو دور دور تک نام ونشان نہیں ہے۔ نفس پرستی، مسلکی تعصب اور احکام شریعت میں سہولتوں کی تلاش نے اسلامی تعلیمات کا اعلیٰ مقصد اوجھل کر دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ان جیسے فقہاء کی عزیمت، خشیت الٰہی اور خدا کی رضاجوئی کا جذبہ عنقا ہو گیا ہے۔ علم وتحقیق اور زہد وورع اور تقوی وطہارت کے حامل لوگ خال خال ہی پائے جاتے ہیں۔ ان حالات میں پیش آمدہ جدید مسائل فقہیہ کے بارے میں انفرادی غور وفکر اور تدبر کے ذریعہ اجتہاد ممکن نہیں رہا کہ اس میں غلطیوں اور کوتاہیوں کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔موجودہ حالات میں صحیح طریقہ اجتماعی غور وفکر کے ذریعہ اجتماعی اجتہاد ہے، کیونکہ اجتماعیت انفرادی کوتاہیوں اور غلطیوں کی تلافی کر دیتی ہے۔ مختلف علوم وفنون کے ماہر مجتہدین جب متعلقہ مسئلہ کے حل کے لیے اجتماعی کاوش کرتے ہیں تو اس سے بہتر نتائج کی توقع ممکن ہوتی ہے۔اسی طرح اجتماعی اجتہاد کا یہ طریقہ امتِ مسلمہ کے اتحاد کا باعث بھی ہے۔

مصادر و مراجع

1. الزحیلی، وھبہ بن مصطفی، الفقہ الإسلامی وأدلتہ، دمشق، دار الفکر(1: 134)
2. غزالی، ابو حامد محمد بن محمد الغزالی (450-505ھ)۔ المستصفی من علم الاصول۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، (ص281)

3. اسعد عبد الغنی کفراوی، ڈاکٹر، الاستدلال عند الأصولیین، مصر، دار السلام، 2005(308)
4. النساء: آیت نمبر 59
5. ابوداود، سلیمان بن أشعث السجستانی سنن أبي داود، ۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، 1994ء، کتاب الأقضیة، بَابُ اجْتِهَادِ الرَّأْيِ فِي الْقَضَاء(3: 303، رقم:3592)
6. اصلاحی، امین احسن، اسلامی قانون کی تدوین، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، 1963ء(61)
7. نفس مصدر، 67
8. سنن أبي داود، کتاب الأقضیة، بَابُ اجْتِهَادِ الرَّأْيِ فِي الْقَضَاء(3: 303، رقم:3592)
9. شوکانی، محمد بن علی بن محمد الشوکانی 1255ھ، ارشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الأصول، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان (82)
10. شاطبی، ابراھیم بن موسی اللخمی الشاطبی(790ھ) الموافقات فی اصول الشریعة،، دار المعرفة، بیروت(4: 95)
11. نجم الدین الطوفي، سلمان بن عبد القوی بن عبد الکریم(716ھ)، شرح مختصر الروضة، بیروت، لبنان(463)
12. سورہ النجم 53:3،4
13. فقہ کی تشکیل میں اجتماعی اجتہاد کا کردار، عصر حاضر میں اجتہاد اور اس کی قابل عمل صورتیں(ص:82 تا84)
14. نفس مصدر، 90
15. اجتہاد اور اس کے مناہج واسالیب، عصر حاضر میں اجتہاد اور اس کی قابل عمل صورتیں(ص:64 تا66)
16. اسعد عبد الغنی کفراوی، ڈاکٹر، الاستدلال عند الاصولیین، مصر، دار السلام، 205
17. الزحیلی، وھبہ بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق، سوریہ، دار الفکر، (2:1053)
18. الحداد، محمد عاصم، اصول فقہ پر ایک نظر، ص:60،61، اسلامک پبلشنگ ہاوس، لاہور، 1991
19. نفس مصدر، 87
20. ابوداود، سلیمان بن الاشعث السجستانی، کتاب الفرائض، باب فی المرءة ترث دیة زوجھا، (2927)
21. سہ ماہی اجتہاد، اقبال کا نظریہ اجتہاد اور عصری تقاضے، ستمبر 2008ء، ص:74
22. نفس الصدر، 78
23. ماہنامہ الشریعہ، شریعت، مقاصد شریعت اور اجتہاد، دسمبر 2007، ص14،13
24. نفس مصدر، 56
25. سہ ماہی اجتہاد، خطبہ اجتہاد پر ایک نظر، جون 2007ء، ص31،30
26. ابنِ قیم، حافظ شمس الدین ابو عبد اللہ، اعلام الموقعین، 2:324
27. المائدہ 5:3
28. ابنِ قیم، حافظ شمس الدین ابو عبد اللہ، اعلام الموقعین، 2:335